آہ! کفایت المفتی کے مرتب

مفتی حفیظ الرحمٰن واصفؒ

از قاری شریف احمد صاحب (کراچی)

۳۰ رجب ۱۴۰۷ھ مطابق ۳۱ مارچ ۱۹۸۷ء کو پاکستانی اخبارات میں یہ اندوہناک خبر شائع ہوئی کہ مفتی اعظم ہند مولانا محمد کفایت اللہ نور اللہ مرقدہ کے بڑے صاحبزادے مفتی حفیظ الرحمٰن واصف دہلوی کا دہلی میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اس کے بعد مرحوم کے صاحبزادے ڈاکٹر محمد قاسم کا دہلی سے اطلاعی خط آیا۔ اس سانحہ کا پڑھ کر طبیعت پر بہت اثر ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کو تعزیتی خط لکھا۔ اس حادثہ کے بعد اپنے زمانہ طالب علمی کے مدرسہ امینیہ دہلی کا نقشہ آنکھوں میں گھومنے لگا۔

میں نے علم نحو کی مشہور کتاب "کافیہ" تک کی تعلیم حضرت مفتی اعظمؒ کی سرپرستی میں حاصل کی۔ یہ ۱۹۳۰ء کی بات ہے۔ اس زمانہ میں حضرت مفتی اعظمؒ ملتان جیل میں سیاسی مہمان بنے اور مدرسہ امینیہ کی موجودہ مسجد نئی تعمیر ہوئی۔ ۱۹۳۲ء میں حضرت مفتی صاحبؒ رہا ہوکر دہلی تشریف لائے۔ اس زمانہ میں میری رہائش پہاڑ گنج میں تھی جو مدرسہ امینیہ کشمیری گیٹ سے تقریباً چار میل کے فاصلہ پر ہے۔ پہاڑ گنج سے میں روزانہ مدرسہ پیدل آیا جایا کرتا تھا۔ یہ اب کی خواب کی بات معلوم ہوتی ہے۔ یہ اس زمانہ کی گذری ہوئی تاریخی بات تھی ہم بیلا...

قلم سے نکل گئی۔ ورنہ میں تو یہ بیان کر رہا تھا کہ کافیہ تک کی تعلیم مدرسہ امینیہ میں حاصل کی۔ اس زمانہ میں مفتی حفیظ الرحمن صاحب (جن کو اب رحمۃ اللہ لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے) مشکوٰۃ شریف وغیرہ پڑھ رہے تھے گویا اب مولوی بن کر فارغ ہونے کے قریب تھے۔ چونکہ مجھ سے بہت آگے تھے، ہم سبق نہ ہونے کی وجہ سے تعلقات کا سلسلہ صرف "السلام علیکم" تک محدود تھا۔ ویسے میرے دل میں (اس وجہ سے کہ آپ مفتی اعظمؒ کے صاحبزادے ہیں) بڑی عزت تھی۔ آپ کا زیادہ تعلق مولوی محمد فاروق صاحب دہلوی سے تھا۔ یہ بھی مدرسہ امینیہ میں پڑھتے تھے۔ آج کل شاید دہلی میں "بچوں کے گھر" سے منسلک ہیں۔

تقسیم ہند سے قبل میں نئی سڑک کی مسجد حوض والی میں پڑھایا کرتا تھا اس لئے حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوتی رہتی تھی۔ تقسیم کے بعد میں پاکستان آگیا اس لئے زیارت خط و کتابت میں تبدیل ہوگئی۔ جب کسی فتوے کی ضرورت پڑتی تو میں دہلی اپنے ایک دوست کے پاس فتویٰ بھیج دیتا وہ حضرت مفتی صاحب سے جواب لے کر بھیج دیتے۔ براہ راست اس لئے نہیں بھیجتا تھا کہ مفتی صاحب پر ڈاک خرچ کا بار نہ پڑے۔

پاکستان پہونچ کر میں نے حضرت مفتی صاحبؒ سے اجازت لے کر تبلیغ دین کی نیت سے "اصول اسلام" کا چارٹ (جو اکثر مساجد میں آویزاں رہتا ہے) شائع کیا اس کی چند کاپیاں مفتی صاحبؒ کی خدمت میں بھیجیں تو آپ کا جواب آیا:

محترمی قاری صاحب دام مجدہم

بعد سلام مسنون عرض ہے نقشہ مطبوعہ پہونچا، جزاکم اللہ خیراً فی الدنیا والآخرۃ۔ جناب کی سعی خیر حق تعالیٰ قبول فرمائے اور جزائے خیر

عطا فرمائے، آمین۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی

۱۰ شعبان سنہ ھ

اس کے بعد بھی خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ ۳۱ر دسمبر ۱۹۵۲ء مطابق ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ کی شب میں علم و فضل کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اب تک تو مفتی صاحبؒ سے خط و کتابت کے ذریعہ تعلقات قائم تھے۔ آپ کی وفات کے بعد یہ سلسلہ ان کے بڑے صاحبزادے مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب کی طرف منتقل ہوگیا۔ اور یہ سلسلہ تعزیتی خط سے شروع ہوا۔

مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب سے تعلقات کی تجدید :

مولانا سے شناسائی تو زمانہ طالب علمی سے تھی۔ اس کے بعد کتبخانہ رحیمیہ میں ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ میرے پاکستان آجانے کے بعد جب کبھی آپ کا پاکستان آنا ہوا تو مجھے اطلاع نہ ہوتی اور مولانا ملاقات کے لئے خود ہی تشریف لے آتے۔ یہ ان کی کرم فرمائی اور عزت افزائی کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی وفات پر میں نے مفتی حفیظ الرحمٰن صاحب کو تعزیتی خط لکھا تو آپ نے جواباً تحریر فرمایا کہ آپ کے خط نے میرے زخموں پر مرہم کا کام کیا۔ آپ سے درخواست ہے کہ حضرت والد صاحبؒ کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھا کریں۔

مفتی اعظمؒ اور ان کے فتاوی کی اہمیت :

- دہلی کی جامع مسجد میں مفتی صاحبؒ کی صدارت میں بعد جمعہ ایک اہم جلسہ تھا جس میں حضرت مدنیؒ اور دوسرے علماء شریک تھے۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا :

"میں دنیائے اسلام میں گھوما پھرا ہوں مگر مولانا کفایت اللہ جیسا مفتی دنیائے اسلام میں نہیں دیکھا۔"

- حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ابو حنیفہؒ وقت فرمایا کرتے تھے۔
- حضرت مولانا احمد سعیدؒ نے ایک تقریر میں فرمایا۔ میں بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ کم و بیش ایک لاکھ مسائل کا ذخیرہ آپ کے سینے میں محفوظ ہے۔
- اور یہ بات تو ہم لوگ برابر مشاہدہ کرتے رہتے تھے کہ جہاں کوئی شخص فتویٰ لیکر آیا فوراً اس کا جواب لکھ کر اس کے حوالہ کر دیا۔
- ایک مرتبہ میں مدرسہ امینیہ سے آپ کے ساتھ آرہا تھا۔ آپ اکثر کوڑیا پل سے اتر کر فوارہ تک پیدل آتے وہاں سے ٹرام میں بیٹھ کر جامع مسجد پر اتر جاتے وہاں سے گھر تشریف لے جاتے۔ آپ پل پر ہی تھے کہ ایک صاحب سے آپ کی علیک سلیک ہوئی۔ دریافت فرمایا کیا بات ہے ؟ انھوں نے عرض کیا حضرت فتویٰ تھا۔ آپ پل سے نیچے اترے وہاں پٹرول پمپ تھا، شاید اب بھی ہو۔ آپ اس کے مالک سے اجازت لے کر وہیں چارپائی پر بیٹھ گئے اور فوراً جواب لکھ کر اس کے حوالے کیا اور فرمایا مہر میرے پاس نہیں مدرسہ آ کر لگوا لینا۔

• آپ کے فتاویٰ میں خاص بات یہ ہوتی کہ مختصر اور جامع ہوتے اور ہر مکتبۂ فکر کا آدمی اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتا تھا۔ نئی سڑک پر پڑھانے کے زمانہ میں میرا کوچہ قابل عطار میں قیام تھا وہاں بعض اہلحدیث حضرات بھی رہتے تھے کسی مسئلے میں یہ حضرات مفتی صاحب سے رجوع کرتے اس کے بعد اپنے علماء کے پاس جاتے اور مفتی صاحب کا جواب نقل کرتے تو وہ حضرات اس کی تصدیق کرتے اور اگر فتویٰ ہوتا تو جواب دیتے کہ مفتی صاحب کے بعد اور کسی کے الجواب صحیح لکھنے کی ضرورت نہیں۔

اتنے اہم فتاویٰ کو یکجا کرنے کی اشد ضرورت تھی تاکہ آنے والی نسلیں ان سے فیضیاب ہوتی رہیں اور ضائع ہونے سے بھی محفوظ ہو جائیں۔ یہ کام جتنا اہم تھا اتنا ہی مشکل بھی تھا۔ اس کے لئے صلاحیت، جذبہ اور تجربہ کی ضرورت تھی۔ ایسے اہم کام کی انجام دہی کے لئے مفتی حفیظ الرحمٰن صاحب سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ اول تو آپ مفتی صاحبؒ کے صاحبزادے تھے۔ دوسرے آپ مستند عالم تھے۔ اور تصنیف و تالیف کے علمی شوق کی وجہ سے اس کام کا تجربہ اور سلیقہ بھی تھا۔ پھر آپ کی ذمہ داری بھی تھی۔

آپ کی حساس طبیعت کا اندازہ کرنے کے لئے میں ایک واقعہ کا ذکر کرنا مناسب اور برمحل سمجھتا ہوں۔ مولانا سے خط و کتابت کا سلسلہ تو رہتا ہی تھا آپ کا نام لکھنے میں میں کچھ غیر محتاط تھا کبھی حفیظ احمد لکھدیتا کبھی عبدالحفیظ۔ مولانا نے مجھے توجہ دلاتے ہوئے لکھا:

> "میرا نام حفیظ احمد یا عبدالحفیظ نہیں بلکہ حفیظ الرحمٰن ہے آئندہ خیال رکھیں پتے میں آپ میرا نام غلط لکھا کرتے ہیں۔"

اس کے بعد میں مطالعہ ہو گیا اور مولانا حفیظ الرحمٰن واصف لکھے لگا چونکہ آپ شاعر تھے اور نواب سائل دہلوی سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ واصف آپ کا تخلص تھا حضرت مفتی صاحب کے مشہور زمانہ رسالہ "تعلیم الاسلام" کو واصف صاحب نے فتاوی الاسلام کے نام سے چھ حصوں میں نظم کیا ہے۔

اپنے اس خیال کے سلسلے میں کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے فتاویٰ جمع کرنے کا اہم کام اور کوئی انجام نہیں دے سکتا میں نے ایک خط مفتی حفیظ الرحمٰن صاحب کی خدمت میں لکھا آپ کا جواب آیا:

"حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کی تبویب و ترتیب کا کام احقر دو سال سے کر رہا ہے۔ باوجودیکہ مسلسل اور متواتر کام ہو رہا ہے مگر ابھی بہت کام باقی ہے آپ سے دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ رب العزۃ اس اہم اور عظیم الشان کام کو خیر و خوبی کے ساتھ جلد انجام کو پہونچا دے۔ آمین۔"

حفیظ الرحمٰن واصف

۶ محرم ۱۳۷۵ھ

مفتی اعظمؒ کے فتاویٰ "کفایت المفتی" کی شکل میں:

مفتی حفیظ الرحمٰن صاحب کے اس گرامی نامہ سے معلوم ہوا کہ فتاویٰ کی جمع و تبویب کا کام جاری ہے پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی اور دل کی گہرائیوں سے اس کی تکمیل کے لئے دعا نکلی۔ جیسا کہ میں پیچھے عرض کر چکا ہوں بڑا اہم دشوار اور محنت طلب کام تھا کیونکہ کم و بیش ۶۰ سال مفتی اعظمؒ نے خدمتِ افتاء انجام دی۔ آپ کے نصف صدی کے فتاویٰ خدا جانے کہاں کہاں پھیلے ہوئے تھے۔ اس کے لئے واقف و راز داں کی

بھی ضرورت تھی۔ اس کے لئے مفتی ظفیر الرحمٰن کے علاوہ میرے خیال میں اور کوئی شخصیت نہیں تھی۔ اس راہ کی دشواریوں کو جناب واصف صاحب کفایت المفتی جلد اول کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

"فتاویٰ کس طرح اور کہاں کہاں سے جمع کئے گئے۔
فتاویٰ کی جمع و ترتیب کے بعد سوال پیدا ہوا کہ فتاویٰ کا ذخیرہ کہاں سے حاصل کیا جائے اور کیونکر مہیا کیا جائے۔ مدرسہ امینیہ میں جو کچھ تھا وہ ناکافی تھا۔"

پھر حسرت بھرے الفاظ میں لکھتے ہیں:

"افسوس کہ نقولِ فتاویٰ کو محفوظ رکھنے کا معقول انتظام کبھی نہیں کیا گیا۔ مفتی اعظمؒ نے ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء سے فتویٰ لکھنا شروع کیا اور ۱۳۲۱ھ / ۱۹۰۴ء میں دہلی تشریف لائے لیکن مدرسہ امینیہ میں نقولِ فتاویٰ کا سب سے پہلا رجسٹر ربیع الاول ۱۳۵۲ھ مطابق جون ۱۹۳۳ء سے شروع ہوا۔ یعنی چھتیس ۳۶ برس بعد نقولِ فتاویٰ کا سلسلہ شروع ہوا۔ مگر یہ انتظام بھی ناکافی اور ناقص تھا۔ مدرسہ میں آپ کی حیات میں صرف پانچ عدد رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے تیار ہوئے چار رجسٹر بھرے ہوئے ہیں۔ چوتھے رجسٹر میں آخری فتویٰ مورخہ ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۶۳ھ (اکتوبر ۱۹۴۴ء) کا ہے۔ اس کے بعد آپ کی وفات تک آٹھ برس کی مدت میں پانچویں رجسٹر میں صرف پچپن فتوے درج ہیں۔ ان رجسٹروں میں حضرت مفتی اعظمؒ کے فتاویٰ کے علاوہ نائب مفتی حضرت مولانا حبیب المرسلین صاحبؒ اور دیگر نائبین و تلامذہ کے فتاویٰ بھی مخلوط ہیں (ان سب رجسٹروں کے کل فتاویٰ کی تعداد ۲۸۱۴ ہے۔"

"اسی طرح حضرت مفتی اعظمؒ جمعیۃ علماء ہند کے یوم تاسیس ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء تک تقریباً بیس سال صدر رہے۔ سہ روزہ الجمعیۃ اسی عہد مسعود کی یادگار ہے۔ اس میں ایک کالم مستقل فتاویٰ کے لئے مخصوص تھا۔ "حوادث و احکام" کے عنوان سے آپ کے فتاویٰ اخبار مذکور میں شائع ہوتے تھے۔ اس کا فائل نہ تو اخبار کے دفتر میں موجود تھا، نہ جمعیۃ علماء کے دفتر میں، نہ کسی لائبریری میں۔ بہرحال اللہ کا نام لے کر اخبار کے پرچے جمع کرنے شروع کیے اور کچھ نہ پوچھئے کہ کیسی مشکلوں سے پانچ چھ برس لگاتار (؟) نہ وار جستجو میں لگے رہنے اور رقم کثیر صرف کرنے کے بعد فائل جمع ہوا۔"

"مزید اہتمام:

آپ کے فتاویٰ کے جمع کرنے کا بار بار اعلان کیا گیا، اشتہار طبع کرایا گیا۔ جب باہر سفر میں جانے کا اتفاق ہوا تو لوگوں کو توجہ دلائی گئی اس طرح بھی کچھ فتوے دستیاب ہوئے۔ کچھ نقول فتاویٰ کی کتابیں گھر میں محفوظ تھیں۔ کچھ فتاویٰ مطبوعہ کتب میں موجود تھے غرض جو کچھ بھی جہاں سے ملا مجموعہ میں شامل کیا گیا۔ اور اس مجموعہ کا نام "کفایت المفتی" رکھا گیا۔"

ان معروضات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان فتاویٰ کے جمع و تدوین کے کٹھن کام کو مو حفیظ الرحمٰن صاحب نے کس محنت اور جانفشانی سے انجام دیا۔ یہ مہینہ دو مہینہ سال دو سال کا کام نہ تھا بلکہ اس میں کئی سال صرف ہوئے۔ جیسا کہ خود حضرت مولا حفیظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے:

"حضرت (مفتی اعظمؒ) کی وفات کے بعد سے یہ کام اب تک

جاری ہے اور قارئین کرام متحیر ہوں گے کہ سولہ برس میں بھی
کفایت المفتی "منظر عام پر نہ آسکا"

بہرحال عرصۂ دراز کے بعد جناب مولانا واصف صاحب کی طرف سے یہ خوش خبری ملی کہ کفایت المفتی نو جلدوں میں چھپ کر تیار ہوگئی۔

یہ خوشخبری ملتے ہی میں نے فوراً مبارکباد کا خط لکھا۔ اس کے بعد مارچ ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم دیوبند کے اجلاسِ صدسالہ پر دیوبند جانا ہوا تو دہلی پہونچکر مولانا کی خدمت میں بالمشافہ مبارکباد پیش کی۔ مولانا اردو بازار میں واقع ایک مکان کی بالائی منزل میں قیام پذیر تھے۔ کافی دیر تک خدمت میں بیٹھا رہا۔ بڑی محبت سے پیش آئے ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ شربت وغیرہ سے تواضع فرمائی۔ صاحبزادوں سے تعارف کرایا لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ آج کے بعد دوبارہ ملاقات نہ ہوگی اور یہ آخری ملاقات ثابت ہوگی۔ اس کے بعد میں پاکستان واپس آگیا۔ آخر ایک دن اخبارات میں یہ روح فرسا خبر پڑھلی کہ مفتی حفیظ الرحمٰن واصف دہلوی کا دہلی میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگرچہ ایسی باکمال ہستی کی وفات پر صدمہ فطری بات ہے۔ مگر اس پر سکون تھا کہ "کفایت المفتی" مکمل کرکے رخصت ہوئے۔

کفایت المفتی زندۂ جاوید کارنامہ:

واقعہ یہ ہے کہ "کفایت المفتی" مرتب فرماکر مفتی حفیظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک زندۂ جاوید کارنامہ انجام دینے کے ساتھ ساتھ قیامت تک کے لئے صدقہ جاریہ کا چشمہ جاری کر دیا۔ اب جو بھی اس سے استفادہ کرے گا اس کے دل سے دعائیں نکلیں گی۔ اگر یہ فتاویٰ مرتب نہ ہوتے تو نہ معلوم کہاں کہاں پڑے ہوتے

کیا ان کا حسن [illegible] اور دنیا اس چشمۂ فیض سے محروم ہی رہتی

مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور مفتی حفیظ الرحمٰن صاحبؒ دونوں پر وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا۔ مفتی اعظمؒ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب ظفر محل کی دیوار سے متصل میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ اور مفتی حفیظ الرحمٰن صاحب کو ایسی قابلِ رشک جگہ نصیب فرمائی جہاں دفن ہونے کی بڑے بڑے بادشاہ تمنا کرتے کرتے پیوندِ خاک ہوگئے، یعنی مہندیوں کا قبرستان آپ کی آرام گاہ بنا۔ جہاں شاہ عبدالرحیم صاحبؒ ان کے صاحبزادے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ان کے نامور فرزند شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ، شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ جیسی نامور اور بحر العلوم ہستیاں، مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن جیسی اور خدا جانے کتنی ایسی ہستیاں آسودۂ رحمت ہیں۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ